ابن صفی
زندگی اور موت تک

خان آصف

ابن صفی ایک انسان تھے۔ مقررہ مدت تک زندہ رہے اور وقت معیّن آیا تو تو دنیا سے چلے گئے..... یعنی انہیں موت لے گئی۔ میرے شہر کے ایک باکمال شاعر' استاد داغ دہلوی کے شاگرد محمود رام پوری نے موت کے سلسلے میں بڑا عجیب شعر کہا تھا۔

موت اس کی ہے کرے، جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

ابن صفی کی موت پر بھی لاکھوں دل دکھے تھے' ہزاروں آنکھیں اشکبار ہوئی تھیں۔ جبکہ مرنے والے سے ان آنکھوں کا اور دلوں کا کوئی رشتہ نہیں تھا۔ اس لیے ان کی موت بھی ایک کامیاب موت تھی۔

"ابن صفی زندگی سے موت تک۔"..... یہ بظاہر ایک مختصر عنوان ہے مگر اس کی وسعت اور معنی آفرینی کا اندازہ بہت کم لوگوں کو ہے۔ ابن صفی اپنی تمام تر توانائی اور انفرادیت کے ساتھ زندہ رہے۔ وہ بھیڑوں کے ریوڑ میں سر جھکا کر چلنے والی ایک بھیڑ نہیں تھے۔ ابن صفی ایک شیر تھے اور واضح رہے کہ وہ کسی طاقتور حریف سے مار کھا کر بھاگ جانے والے شیر بھی نہیں تھے۔ اپنے علاقے کے خودمختار شہنشاہ تھے۔ جب تک زندہ رہے دستار فضیلت ان کے سر پر چمکتی رہی پھر یہ دستار بھی اس وقت زمین پر گری جب وہ خود خاک میں مل گئے۔ ابن صفی کی زندگی میں بہت سے لوگوں نے کوششیں کیں کہ ان کی مملکت کو فتح کرلیا جائے مگر وہ بوڑھے اور ناتواں ہو کر بھی ناقابلِ تسخیر تھے۔ شاید اس لیے کہ قلم کار بڑھاپے میں زیادہ طاقتور ہو جاتا ہے۔

ابن صفی کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اپنے کرداروں میں اس طرح جان ڈالی کہ وہ کاغذی دنیا سے نکل کر انسانی معاشرے میں متحرک نظر آنے لگے۔ کرنل فریدی' کیپٹن حمید اور علی عمران ایسے کردار تھے جو مختلف محفلوں میں ہمارے ساتھ ساتھ رہتے تھے..... اور کبھی کبھی تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہم خود ہی فریدی ہیں' ہم ہی حمید ہیں اور ہم ہی عمران۔ یہ نکتہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ زندہ ادیب ہی کے کردار زندہ ہوتے ہیں۔ جس کا دماغ اور قلم مردہ ہو' وہ زندہ کردار کس طرح تخلیق کرے گا؟ بے شک! ابن صفی ایک زندہ ادیب تھے۔ اس سے بڑھ کر ان کی زندگی کا ثبوت اور کیا ہوگا کہ جب ان کا کوئی ناول بازار میں آتا تھا تو طلب گاروں کی قطاریں لگ جاتی تھیں۔ ان قطاروں میں عام پڑھے لکھے انسان ہی نہیں' نوجوان طالب علم اور بوڑھے اساتذہ بھی شامل ہوتے تھے۔ اگر کسی کو اپنی بزرگی کا زیادہ احساس ہوا تو وہ قطار سے ہٹ گیا اور چھپ کر ابن صفی کی کتابیں پڑھنے لگا۔

یہ تھی ابن صفی کی ناقابلِ تسخیر حکومت کہ برصغیر پاک و ہند میں ان سے زیادہ کسی مصنف کو نہیں پڑھا گیا۔ وہ بھی اس شان سے کہ اگر کوئی شخص کتاب کھول کر بیٹھا تو اس نے اپنی ساری رات تمام کردی اور اس وقت چونکا جب قریب کی کسی مسجد سے "اللہ اکبر" کی آواز سنائی دی پھر وہ کہتا ہوا اٹھ گیا۔

کٹی ہے رات تو ہنگامے گستری میں تری
سحر کا وقت ہے اللہ کا نام لے ساقی

بلاشبہ ابن صفی نے بڑے ہنگامہ خیز ناول لکھے۔ حرف حرف ہنگامہ..... سطر سطر ہنگامہ مگر یہ ساری ہنگامہ آرائیاں اصلاح حال کے لیے تھیں۔ ابن صفی تعمیر کے آدمی تھے۔ اس لیے آخری سانس تک تخریب کے خلاف جنگ کرتے رہے۔ مزاح' طنز' سنسنی اور تجسس ان کے ہتھیار تھے۔ لذت انگیزی کے لیے انہوں نے کوئی تحریر نہیں لکھی۔ یہی ان کا کارنامہ ہے۔

مجھے ذاتی طور پر ابن صفی سے نیازمندی کا اعزاز حاصل رہا ہے۔ مشتاق احمد قریشی صاحب کے توسط سے مرحوم نے "داستان ڈائجسٹ" کو بھی شرف یاب کیا تھا۔ اکثر ملاقاتیں ہوئیں۔ میں نے انہیں ہر ملاقات میں شفیق و مہربان پایا۔ وہ اوّل و آخر مسلمان تھے اور اسی وجہ سے میں ان کا بے حد احترام کرتا تھا۔ وہ بے پناہ شہرت کے باوجود اسلام پر قائم رہے اور اسلام ہی پر ان کا خاتمہ ہوا۔

ادب کے ٹھیکیداروں نے جاسوسی ناول لکھنے کی وجہ سے ابن صفی کو ادیبوں میں شامل نہیں کیا۔ اگر محمد حسین آزاد' خواجہ الطاف حسین حالی اور شبلی نعمانی یہ بات کہتے تو صبر آجاتا مگر افسوس! ابن صفی کے خلاف فتویٰ دینے والوں میں وہ ادیب سرفہرست ہیں جنہوں نے اپنی پوری زندگی میں ایک بھی شگفتہ فقرہ تحریر نہیں کیا۔ اس کے برعکس ابن صفی نے ہزاروں خوب صورت جملے تخلیق کیے جن کی اپنی ایک منفرد ادبی شان تھی اور جن پر کسی غیر کی تقلید کا عکس تک نہیں تھا پھر بھی انہیں ادیب تسلیم نہیں کیا گیا۔ یہ ابن صفی کی کم نصیبی نہیں' خود ہمارے ادب کی تنگ دامنی ہے کہ اس میں ایک بڑا نام سما نہیں سکا۔

ابن صفی کی ادیبانہ خدمات اور اعلیٰ انسانی قدروں کا معترف اور ان کی محبتوں کا مقروض۔